تفسیر فراہی میں کلام عرب سے استشہاد

ابوسفیان اصلاحی

اعشی بکر بن وائل کا شعر ہے:

فلئن شط بی المزار لقد اضحی قلیل الهموم ناعم بال [۲۱۲]

(اگر میں لحۂ فراق سے دوچار ہوں تو کچھ غم نہیں۔ ایک دن وہ بھی تھا جب میں بے غم اور خوش وخرم تھا)

قطامی [۲۱۳] کا شعر ہے:

کانت منازل مناقد نحل بها حتّٰی تغیر دهر خائن خبل [۲۱۴]

(یہ وہ مقامات تھے جہاں ہم اترتے تھے یہاں تک کہ بے وفا زمانے نے اس کی صورت ہی بدل دی)

عطیہ [۲۱۵] کا شعر ہے:

ترکت المیاه من تمیم بلاقعا بماقد تری منهم حلولا

کرا کرا [۲۱۶]

(تو نے تمیم کے تمام چشمے ان سے خالی کرا لئے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہاں ان کی بڑی جماعت مقیم تھی)

مولانا نے سورہ فیل کی تفسیر کرتے ہوئے رمی جمرہ کی حقیقت پر بڑی مدلل گفتگو کی ہے اور متعدد قرائن اور شواہد کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ منیٰ میں رمی جمرہ واقعہ فیل ہی کی یادگار ہے۔ یہاں ان تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف وہ اشعار نقل کئے جائیں گے جنہیں مولانا نے اپنے خیال کی تائید میں پیش کیا ہے۔ مولانا اشعار نقل کرنے سے قبل فرماتے ہیں یہ بات اپنی جگہ بالکل ثابت

ہے کہ اصحاب فیل پر سنگ باری وہیں ہوئی تھی جہاں رمی کی سنت ادا کی جاتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رمی محصب کے ایک حصہ میں ہوتی ہے۔ اور محصب منیٰ میں شامل ہے [۲۱۷]۔ لسان العرب میں اصمعی [۲۱۸] کا قول نقل کیا گیا ہے کہ محصب وہ جگہ ہے جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ اس نے ثبوت میں یہ اشعار پیش کئے ہیں۔

اقام ثلاثاً بالمحصب من منی ولما یبن للناعجات طریق [۲۱۹]

(اس نے منیٰ میں واقع وادی محصب میں تین دن قیام کیا۔ اور اونٹنیوں کی راہیں ابھی رکی ہوئی تھیں)

راعی کا شعر ہے:

الم تعلمی یاالام الناس اننی بمکة معروف وعندالمحصب [۲۲۰]

(یاارذل الخلائق! تمہیں معلوم نہیں کہ مکہ اور محصب دونوں جگہوں پر مجھے جانا جاتا ہے)

مذکورہ شعر میں محصب سے مراد رمی جمرہ کا مقام ہے۔ اس کی تائید عمر بن ربیعہ [۲۲۱] کے شعر سے بھی ہوتی ہے۔

نظرت الیها بالمحصب من منی ۔ ولی نظر لولا التحرج عازم [۲۲۲]

(میں نے منیٰ میں جو وادیٔ محصب میں ہے اسے دیکھا۔ اگر مجھے گناہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو میری نظر واپس نہ آتی)

مولانا نے اس نکتہ کی بھی وضاحت کی ہے کہ رمی جمرہ کے مقام کو محصب اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں کنکریاں بہت ہیں۔ لسان العرب میں ہے "حصب الموضع" کے معنی ہیں کہ وہاں چھوٹی چھوٹی کنکریاں لا لا کر بچھا دیں [۲۲۳] حدیث میں ہے "ان عمر امر بتحصیب المسجد (حضرت عمرؓ نے مسجد میں کنکریاں بچھانے کا حکم دیا)

کلام عرب اور اپنی تحقیق کی روشنی میں مولانا کا خیال ہے کہ اصحاب فیل پر سنگباری محصب کے پاس ہوئی [۲۲۴]۔ نفیل [۲۲۵] جو اس واقعہ کا عینی شاہد ہے کہتا ہے:

ردینة لو رأیت ولن تریه۔ لدی جنب المحصب مارأینا [۲۲۶]

(ردینہ! کاش تو دیکھ لیتی اور اب ہرگز نہیں دیکھ سکتی جو محصب کے پہلو میں ہم نے دیکھا ہے)

اس شعر سے یہ واضح ہے کہ اصحاب فیل کی بربادی کی جگہ رمی کی جگہ سے بالکل قریب ہے۔ سنگباری کے سلسلے میں مولانا ایک قول اور نقل کرتے ہیں کہ یہ واقعہ وادیٔ محسر میں پیش آیا، صحیح مسلم میں ہے کہ وادیٔ محسر منیٰ میں ہے۔ اتنا تو ثابت ہے کہ وادیٔ محسر منیٰ سے متصل ہے۔ چونکہ ابرہہ کی فوج محسر میں تھی اور مکہ کی طرف بڑھ رہی تھی اس لئے لازماً اس کا مقدمۃ الجیش محصب میں رہا ہوگا جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ مولانا صحاح کی روایت کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے پرسکون انداز میں روانہ ہوئے اور دوسرے لوگوں کو بھی سکون کے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ لیکن وادیٔ محسر میں پہنچنے کے بعد رفتار تیز کر دی۔ کیونکہ یہی جگہ اصحاب فیل کے عذاب کی تھی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے جلد نکل جانا چاہا[۲۲۷]۔ اس کی تائید امام شافعی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو ''کتاب الأم'' میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ بطن محسر میں سواری کو تیز کر دیا کرتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے[۲۲۸]۔

الیك تعدو قلقا وضینها۔　　　مخالفاً دین النصاری دینها[۲۲۹]

(وہ تمہاری طرف دوڑ رہی ہے، حال یہ ہے کہ اس کا تنگ ڈھیلا ہو چکا ہے۔ اس کا دین نصاریٰ کے دین کے برعکس ہے۔)

مولانا نے منی میں رمی جمرہ کے واقعہ کو اصحاب فیل کی یادگار قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں مختلف دلائل پیش کئے ہیں۔ لفظ جمرہ کی معنوی خصوصیات اور دلالتیں بھی مولانا کے خیال کی تائید کرتی ہیں۔ جمرہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کنکریوں کا انبار ہو، چھوٹی کنکریوں کو جمار کہتے ہیں۔ مولانا نے لسان العرب کے حوالے سے واضح کیا ہے کہ'' جمرہ اس قبیلہ کو کہتے ہیں جو دوسرے قبائل میں ضم نہ ہو۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ جمرہ اس قبیلہ کو کہتے ہیں جو دوسرے قبائل سے برابر نبرد آزما رہے۔ جس میں تین سو کے لگ بھگ شہسوار ہوں۔ جمرہ کا اطلاق ہزار سواروں پر بھی ہوتا ہے۔'' لسان العرب میں اس لفظ کی مزید تشریح یوں ہے۔ ''جمرہ کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی ایک قبیلہ اپنے تمام

حریف قبائل کے مقابل میں اقدام کے لئے مجتمع ہو۔ یہیں سے منیٰ کے ان مقامات کو جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں جمرات کہنے لگے۔ گویا کہ کنکریوں کا ہرانبار ایک جمرہ ہے۔ یہ جمرات تین ہیں۔ عمر بن بحر کا قول ہے کہ قبیلہ عبس، ضبہ اور نمیر کو جمرات کہتے ہیں۔ دلیل میں ابوحیہ نمیری کے دو شعر پیش کئے گئے ہیں [۲۳۰]۔

لناجمرات ليس فى الأرض مثلها. كرام وقد جربن كل التجار ب

(ہمارے پاس جمرات ہیں جن کا ثانی دنیا میں نہیں ہے، شرفاء اور ہر قسم کے حالات آزمائے ہوئے ہیں)[۲۳۱]

نمير وعبس ويتقى نفيا نها ـ وضبة قوم بأسهم غير كاذب

(نمیر اور عبس جن کے حملے خوفناک ہیں۔ اور ضبہ کی طاقت بالکل سچی ہے)

سورہ کوثر کی تفسیر میں مولانا لفظ کوثر کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوثر کثیر کا مبالغہ ہے، کثر کے معنی دولت و ثروت کے ہیں۔ اس وجہ سے کوثر کے معنی ہوں گے بڑی کثرت اور بڑی برکت وثروت والا۔ کثیر اور کثیر کی طرح کوثر بھی تسمیہ کے لئے مستعمل ہے۔ صفت کے طور پر بھی اس کا استعمال عام ہے [۲۳۲]۔ لبید کا شعر ہے:

وصاحب ملحوب فجعنا بموته۔ وعند الرداع بيت اخر كوثر [۲۳۳]

(اور ملحوب کے سوار کی موت سے ہم افسردہ ہو گئے [۲۳۴]۔ اور رواع کے پاس ایک اور داتا سردار کی قبر ہے)۔

امیہ بن ابی عائذ الہذلی کا شعر ہے:

يحامى الحقيق اذا ما احتد من۔ وحمحمن فى كوثر كالجلال [۲۳۵]

(وہ حرمت کی حفاظت کرتا ہے، جب وہ گرم ہوتی ہیں اور ہنہناتی ہیں بادبان کی طرح پھیلے ہوئے غبار میں)

مذکورہ شعر میں موصوف مقدر ہے یعنی "فی غبار کوثر" اس سے فعل بھی مستعمل ہے چنانچہ حسان [۲۳۶] بن نشبہ کا شعر ہے:

أبوا ان یبیحوا جارهم لعدوهم۔ وقد ثار نقع الموت حتی تکوثرا[۲۳۷]
(انھوں نے دشمنوں کے لئے اپنے پڑوسیوں کو چھوڑ دینے سے انکار کیا۔اور صورت حال یہ تھی کہ موت کا غبار ابھر کر چھا گیا۔)

سورہ لہب کے بارے میں مفسرین کی عام رائے یہ ہے کہ یہ سورہ بددعا اور مذمت کے مضامین پر مشتمل ہے۔مولانا فراہی کی رائے یہ ہے کہ اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشن گوئی اور خوشخبری دی گئی ہے۔اپنے دعوی کے ثبوت میں مولانا نے متعدد دلائل دیئے ہیں۔اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عربی زبان میں 'تبت یداہ '' کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مقابلہ کرنے سے عاجز آ گیا۔کیونکہ ''کسر ید'' (ہاتھ توڑ دینا) کسی کا زور توڑ دینے اور اس کو عاجز کر دینے کی ایک تعبیر ہے۔[۲۳۸] فند الزمانی کا[۲۳۹] شعر ہے:

وترکنا دیار تغلب قفراً۔ وکسرنا من الغواة الجناها[۲۴۰]
(اور ہم نے دیار تغلب کو چٹیل بنا کر چھوڑ دیا اور ان کے سرکشوں کے بازو توڑ ڈالے)

مولانا نے خاص طور سے ابولہب کے ذکر کے لئے تین اسباب کی نشان دہی کی ہے۔ان میں تیسرا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حسن اخلاق کا پیکر اور مکارم اخلاق کا معلم بنا کر بھیجا تھا۔مکارم اخلاق تین چیزوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ فیاضی، صلہ رحمی اور کمزوروں کی اعانت۔عربوں کے اندر یہ تینوں صفات بدرجہ اتم موجود تھے لیکن ابولہب نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدترین قساوت قلبی کا ثبوت دیا اور باہمی قرابت کا کوئی لحاظ نہیں کیا،اور قریش کے ساتھ آپؐ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں پیش پیش رہا۔جبکہ قطع رحمی عربوں کے نزدیک نہایت سنگین جرم تھا اور وہ صلہ رحمی کو تمام چیزوں سے بالاتر سمجھتے تھے اور اس کی قسم دلا کر آپس میں اعانت کے خواستگار ہوتے تھے۔سورہ نساء میں ارشاد ربانی ہے:

"واتقوا اللہ الذی تسائلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا" (النساء/۴/۱)

پس اس خدا سے ڈرو جس کے واسطہ سے آپس میں سوال کرتے ہو اور خبردار رشتوں سے۔ بیشک تم پر اللہ کی نگرانی ہے

صلہ رحمی عربوں کے نزدیک برائیوں اور عداوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑی سپر تھی اور یہی چیز ان کے قانونِ اخلاق کی بنیاد بن گئی تھی۔[۲۴۱] چنانچہ زہیر، ہرم بن سنان[۲۴۲] کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

ومن ضریبته التقوی ویعصمه۔ من سئی العثرات الله والرحم[۲۴۳]

(اور تقویٰ اس کی عادات میں سے ہے، اللہ اور رشتہ داری کا پاس اسے بدترین لغزشوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔)

مولانا نے اپنی تفسیر میں ابولہب کے مزاج اور فطرت سے بھی بحث کی ہے کہ وہ نہایت تند مزاج اور شعلہ رو تھا۔ اسی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب ہوئی اور یہ اس قدر مشہور ہوئی کہ اس کا اصل نام ''عبدالعزیٰ'' فراموش ہوگیا۔ اگر یہ شخص عقل مند ہوتا تو اپنے اندر حلم و کرم اور مودت و محبت کے جذبات پیدا کرکے اپنے نفس کو قابو میں کرتا اور تند مزاجی و طمع کی خباثت کی جگہ عزت و شرف کے حصول کی کوشش کرتا۔[۲۴۴] سموئل کا[۲۴۵] شعر ہے:

وان هولم یحمل علی النفس ضیمها۔ فلیس الی حسن الثناء سبیل[۲۴۶]

(اور اگر وہ اپنے نفس کو اس چیز پر مجبور نہ کرے گا جس سے وہ بھاگتا ہے تو پھر مدح و ستائش کے حصول کی کوئی سبیل نہیں۔)

خنساء کا شعر ہے:

نهین النفوس وهون النفوس۔ عندالشد ائد ابقی بها[۲۴۷]

(ہم اپنی جانوں کو حقیر سمجھتے ہیں اور شدائد کے وقت جانوں کو حقیر سمجھنا ہی ان کے لئے اصل زندگی ہے۔)

آیت "وامرأته حمالة الحطب" (اور اس کی بیوی ایندھن ڈھوتی ہوئی)
کو بعض مفسرین اس کی دنیاوی حالت پر محمول کرتے ہیں۔ مولانا کا خیال ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ابولہب کی بیوی بھڑکتی آگ میں پڑے گی اور اس وقت اس کی حالت ایندھن ڈھونے والی لونڈی کی سی ہوگی۔ اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ دنیا میں ایندھن ڈھوتی تھی۔ یہ تاویل نہ صرف بعید بلکہ بالکل غلط ہے: کیونکہ بعد والی آیت سے ظاہر ہے کہ یہ دراصل قیامت میں اس کو پیش آنے والی صورت حال کی تصویر کشی ہے۔ اور اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ اس میں حمالة الحطب کے وصف کو پورا کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے لازمی طور پر ان دونوں حالتوں یعنی آگ میں جلنے اور ایندھن ڈھونے والی جیسی حالت میں ہونے کا تعلق ایک ہی عہد سے ہے۔[۲۴۸] ایک شاعر کا شعر ہے:

أمشي الى الهيجاء صبحا۔ متقلداً سيفا ورمحا[۲۴۹]

(میں صبح سویرے تلوار اور نیزے سے لیس ہو کر میدان جنگ کی طرف نکل جاتا ہوں)

مذکورہ شعر میں جن دو حالتوں کا ذکر ہے ان کا تعلق ایک ہی زمانہ سے ہے۔

مولانا نے اپنے اس خیال کی تائید میں کہ "حمالة الحطب" کا تعلق روز قیامت سے ہے نہ کہ دنیا سے ایک اور دلیل دی ہے کہ عرب اسے اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے کہ عورتوں سے ایندھن ڈھونے کا کام لیا جائے کیونکہ عورتیں ان کے یہاں حد درجہ قابل احترام تھیں۔ اور بنی ہاشم تو سارے عرب کے سرتاج تھے وہ کب پسند کرتے کہ ان کی عورتیں یہ گھٹیا کام انجام دیں جو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے دائیوں کا انتظام کرتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ ان کی بیگمات لونڈیوں کی طرح ایندھن چننے اور ڈھونے کا کام انجام دیں گی ایک امر مستبعد ہے:[۲۵۰] نابغہ کا شعر ہے۔

تحيد عن استن سود اسافله۔ مشى الاماء الغوادى تحمل الحزما[۲۵۱]

(وہ اونٹنی استن کے ان درختوں سے بدکتی ہے جن کے تنے سیاہ ہیں اور جوان لونڈیوں

کی طرح چلتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جو صبح کے وقت لکڑیوں کے گٹھرلے کر نکلتی ہیں)

حارث بن [۲۵۲] عباد کا شعر ہے:

لم ادع غیر کلب ونساء۔ واماء حواطب وعیال [۲۵۳]

(میں نے بھونکنے والے کتوں، ماتم کرنے والی عورتوں، ایندھن ڈھونے والی لونڈیوں اور بچوں کے سوا کسی کو نہ چھوڑا)

قیس بن خطیم الاوسی کا شعر: [۲۵۴]

اصاب صریح القوم غرب سیوفنا۔ وغادرن ابناء الأماء الحواطب [۲۵۵]

(ہماری تیز تلواروں نے قوم (دشمنوں) کے شرفا کا خاتمہ کر دیا۔ صرف ایندھن ڈھونے والی لونڈیوں کی اولاد بچ رہی ہے)

اخنس بن شہاب تغلبی [۲۵۶] کا شعر دیکھئے:

تظل لها ربدالنعام کانها۔ اماء تزجی بالعشی حواطب [۲۵۷]

(وہاں پر ایسے خاکی رنگ کے شتر مرغ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں، جیسے شام کو ایندھن ڈھونے والی لونڈیاں تھکی ہاری واپس آتی ہیں)

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ "حمالة الحطب" سے بطور کنایہ یہ مراد ہے کہ اس کی بیوی چغل خور تھی، یہ ایندھن ڈھونے والی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کا عرب کے شریف ترین خاندان سے تعلق تھا۔ یہ ام جمیل بنت حرب، خاندان بنی عبد شمس کی ایک باعزت خاتون تھی جو ہاشمی خاندان میں بیاہی گئی تھی۔ اس لئے انھوں نے تاویل کا ایک دوسرا پہلو اختیار کیا۔ لیکن جب کلام کو حسن تاویل کے ساتھ ظاہر پر محمول کرنا ہو تو مجازی معنی لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ قدیم کلام عرب میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ [۲۵۸] بعض لوگوں نے ابن الاسلت کے [۲۵۹] اس شعر سے استدلال کیا ہے۔

ونبئتكم شر جين كل قبيلة ۔ لها زمل من بين مذك وحاطب [۲۶۰]

(اور میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ ہر قبیلہ دو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ اس کے کچھ لوگ

جنگ کی آگ بھڑکانے اور کچھ ایندھن جمع کرنے میں مصروف ہیں۔)

لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ عرب لڑائی کی آگ بھڑکانے کے لئے چغلی کا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ ان مواقع پر اسلحہ، گھوڑوں اور شہ سواروں کا ذکر کرتے تھے۔ [۲۶۱] چنانچہ بشامہ [۲۶۲] بن عمرو مری کہتا ہے:

وحشو ا الحروب اذاأوقدت۔ رما حاطوالاو خیلافحو لا

(اور جب جنگ آگ بھڑکائی جائے تو اس کے لئے لمبے لمبے نیزے اور بہترین گھوڑوں کا ایندھن فراہم کرو)

ومن نسبح داؤد موضونة۔ تری للقواضب فیها صلیلا [۲۶۳]

(اور داؤدی بناوٹ کی ملی ہوئی کڑیوں والی زرہیں جن پر تلواروں کے پڑنے سے جھنکار سنائی دے)۔

عمرو بن اطنابہ خزرجی [۲۶۴] کا شعر ہے:

لیسوابأنکاس ولامیل اذا۔ ماالحرب شبت اشعلوا بالشاعل [۲۶۵]

(وہ کمینے اور بودے نہیں ہیں۔ جب لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے تو اس کو بھڑکنے والے ایندھن کے ذریعہ تیز کر دیتے ہیں)۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اسی مجاز کی تائید میں صاحب لسان العرب نے بھی ایک شعر نقل کیا ہے۔

من البیض لم تصطد علی ظهر لامة ولم تمش بین الحی بالحطب الرطب [۲۶۶]

(وہ گوری چٹی ہے، کبھی کسی قابل الزام کام میں پکڑی نہیں گئی۔ اور قبیلہ میں چغل خوری اس کا شیوہ نہیں۔)

مولانا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے کہ یہ استدلال اس لئے قابل استناد نہیں کہ صاحب لسان العرب نے شاعر کا نام نہیں بتایا ہے اس لئے تاویل قرآن کے باب میں کسی مجہول شاعر کا شعر قبول نہیں کیا جاسکتا۔ اس بات کو اصولی طور پر علماء نے تسلیم کیا، ثانیاً شعر میں یہ استعارہ قرینہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے جس کے بغیر یہ مفہوم

نہیں سمجھا جا سکتا۔ حمالة الحطب پر مولانا نے مفصل گفتگو کی ہے لیکن یہاں اس کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے۔

مولانا ابولہب کی بیوی کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ زینت و آرائش کی حد درجہ شوقین تھی اور غیر معمولی حد تک بخیل بھی اور یہ دونوں عنصر تقریباً تمام عورتوں میں مشترک ہیں۔ وہ اپنے شوہروں کی سخاوت و فیاضی سے روکتی ہی۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس پہلو کی جانب اشارات ملتے ہیں۔ [۲۶۷]

"یاایھاالذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدواً لکم فاحذروھم وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفوررحیم" (تغابن ٦٤/ ١٤_١٦)	اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تم لوگوں کے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو۔ اور اگر تم معاف کردو، اور درگزر کردو اور بخش دو تو جان لو کہ یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے

کلام عرب میں عورتوں کی بخالت پر لعن وطعن کا خاصہ ذکر ہے۔ مثلاً حاتم طائی کا شعر ہے:

وعاذلة هبت بليل تلومني۔ وقدغاب عيوق الثريا فعردا

(اور ایک ملامت کرنے والی عورت رات کو اٹھ کر مجھے ملامت کرنے لگی۔ جبکہ عیوق ثریا غائب ہو چکا ہے۔)

تلوم على اعطائي المال ضلة۔ اذاضن بالمال البخيل وصردا

(وہ میری فیاضی پر عبث ملامت کرتی ہے، جبکہ بخیل اپنے مال سینت کر رکھتا ہے اور تھوڑا تھوڑا خرچ کرتا ہے۔)

تقول الاامسك عليك فانني ۔ارى المال عند ا الممسكين معبدا

(وہ کہتی ہے اپنا مال اپنے لئے محفوظ رکھو، کیوں کہ بخیل کو اپنا مال بہت عزیز ہوتا ہے۔)

ذريني يكن مالي لعرضي جنة۔ يقى المال عرضي قبل ان يتبددا [۲۶۸]

(مجھے بخشو، میرا مال ہی میرے ناموس کے لئے ڈھال بن سکے کیوں کہ وہ تقسیم ہونے سے پہلے ہی میری آبرو بچا سکتا ہے۔)

حاتم طائی اسی مفہوم کو دوسری جگہ اس طرح ادا کرتا ہے:

وعاذلتين هبتابعد هجعة۔ تلومان متلا فامفيدا ملوما

(اور دو ملامت گر عورتیں نیند سے بیدار ہونے کے بعد ایک سخی اور فیاض شخص کو ملامت کرنے لگیں جو دریا دل اور صاحب فیض ہے اور اپنی فیاضیوں کی وجہ سے ہمیشہ ہدف ملامت بنا رہتا ہے۔)

تلومان لماغرر النحم ضلة۔ فتى لايرى الاتلاف فى الحمد مغرما[۲۶۹]

(وہ ایسے زمانے میں جب کہ ثریا ڈوب گئی ہے (یعنی جاڑے کے زمانے میں) ایک ایسے نوجوان کو لعنت ملامت کرتی ہیں جو قابل ستائش کاموں میں خرچ کرنا تاوان خیال نہیں کرتا)

اللہ تعالیٰ ابولہب کی بیوی کے لئے جو "حمالة الحطب" کی سزا تجویز کی ہے اس کے پیچھے ایک حکمت ہے اور اس طرح کے کرتوت کے ساتھ عدل کا تقاضا یہی تھا کہ اسے اسی ذلت ونکبت سے دوچار کیا جائے۔ قرآن کریم میں بار بار متکبرین اور مغرور دولت مندوں کے لئے ذلت آمیز عذاب کا ذکر ہوا ہے۔ کیونکہ یہی چیز ان کے لئے زیادہ تکلیف دہ ہے اسی لئے اس سورہ میں مغرور صاحب ثروت ابولہب کے لئے اخروی ذلت کے ساتھ ساتھ اس کی بناؤ سنگھار کرنے والی بیوی کی بھی ہتک آمیز صورت حال کا ذکر کیا گیا کیونکہ وہ اپنی آرائش کے لئے اسے جرائم کے لئے آمادہ کرتی تھی۔[۲۷۰] ایک حماسی شاعر کا شعر ہے:

بضرب فيه توهين۔ وتخضيع واقران[۲۷۱]

(اسے ایسی مار ماری گئی جو اس کے لئے توہین، ذلت اور تسخیر سب کا مجموعہ تھی)

عرب میں مثل ہے کہ "النار ولا العار" آگ میں جل جانا گوارہ ہے لیکن ذلت نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ابولہب اور اس کی بیوی کے لئے آگ اور ذلت دونوں

مقرر کر رکھی ہیں۔

آیت ’’فی جیدھا حبل من مسد‘‘ کو بعض مفسرین نے سورہ حاقہ کی آیت:

’’ثم فی سلسلة زرعھا سبعون ذراعاً فاسلکوہ‘‘(الحاقہ: ۶۹/ ۳۲) | پھر آگ کے ڈھیر میں اس کو ڈالو، پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔

کے ہم معنی قرار دیا ہے لیکن مولانا کو اس رائے سے اتفاق نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابولہب کی بیوی اور دیگر معذبین کے عذاب میں فرق ہے، کیونکہ فرق نہ ماننے پر لفظ ’’مسد‘‘ کے معنی بدل جاتے ہیں۔ مولانا نے اپنے خیال کی تائید میں چار وجوہات پیش کیں ہیں۔ آخری وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مغرور عورتیں محض آرائش پر قناعت نہیں کیا کرتیں بلکہ سامان آرائش کے حجم اور وزن کا بھی خیال کرتی ہیں۔ اسی مناسبت سے ضروری ہوا کہ رسی موٹی ہو۔

عربی میں گردن کے لئے عنق کا لفظ بھی مستعمل ہے لیکن یہاں ایک مناسبت سے جید کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مذکورہ اشارات کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ جید کا لفظ اچھے مواقع یعنی اظہار فخر وتمکنت کے لئے مستعمل ہے۔[۲۷۲] امرا لقیس کا شعر ہے:

وجید کجید الریم لیس بفاحش۔ اذاھی نصته ولا بمعطل[۲۷۳]

(اور اسکی گردن ہرن کی گردن کے مانند تھی، لیکن جب اسے بلند کرتی تو غیر معتدل نظر آتی اور نہ ہی زیورات سے خالی ہوتی)

امرءالقیس کا ہی ایک دوسرا شعر ہے:

بجید معم فی العشیرة مخول[۲۷۴]

(ایک باعزت شخص کی طرح ان کی گردنیں بلند تھیں جس کے ماموں اور چچا اپنے بھائی بندوں میں باوقار ہوں)

اس تفصیل سے واضح ہے کہ مولانا فراہی کی تفسیر میں کلام عرب سے استناد

اور استشہاد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں تھی بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ اس روایت کی ابتداء خود صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے عہد مسعود میں ہوچکی تھی۔ مفسر اعظم حضرت عبداللہ بن عباسؓ تفسیر آیات اور توضیح مفروات کے لئے جاہلی شعراء کے کلام سے مدد لیا کرتے تھے۔[۲۷۵] کلام عرب سے استشہاد کا رجحان دوسرے اصحاب رسولؐ کے یہاں بھی واضح طور پر موجود ہے۔ ابن قتیبہ اور دیگر ناقدین کی رائے میں قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے غرائب پر دسترس حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دیوان عرب کی طرف رجوع کیا جائے۔[۲۷۶] قدیم مفسرین اور ماہرین علوم قرآن نے مفروات اور ان کے استعمالات کے صحیح ادراک کے لئے اشعار عرب کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ مجاز القرآن (ابوعبیدہ)، معانی القرآن (الفراء)، معانی القرآن (اخفش)، جامع البیان عن تاویل آئی القرآن (طبری)، اعراب القرآن (ابوجعفر النحاس)، مفردات الفاظ القرآن (اصفہانی)، الجامع الاحکام القرآن (قرطبی)، البحر المحیط (ابوحیان)، وغیرہ میں کلام عرب سے واضح طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔ مولانا فراہی نہ صرف یہ کہ اس سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ انھوں نے دور آخر میں اس کی افادیت واہمیت کو جس انداز سے نمایاں کیا ہے اور اس سے زیادہ یہ کہ اسے اپنی تصانیف میں عملی طور سے برتا ہے۔ وہ انھیں کا حصہ ہے۔ آپ کی شاہکار تصنیف ''مفردات القرآن'' میں یہ پہلو بہت نمایاں ہے، مذکورہ مباحث سے بالکل ظاہر ہے کہ مفردات کے حقیقی مفاہیم کی گرفت اور اسالیب قرآن تک رسائی حاصل کرنے میں کلام عرب کا نہایت اہم حصہ ہے۔ اور فہم قرآن کے دیگر مصادر کی طرح یہ بھی ایک ناگزیر مصدر ہے۔

حواشی ومراجع

۲۱۲۔ اس شعر کی ایک اور روایت بھی ہے:

فلئن شط بی المزار لقد أغدوا۔ قلیل المهموم ناعم بال

(کتاب الصبح المنیرفی شعر ابی بصیر، مطبعة آدلف، هلز هوسن بیانة،) ۱۹۲۷ء، ص۴

۲۱۳۔ قطامی کی حیات کے لئے دیکھئے: الاعلام، ۸۸/۵۔۹۸

۲۱۴۔ دیوان القطامی (تحقیق: الدکتور ابراہیم السمراتی ،احمد مطلوب) الطعبہ الاولی، دارالثقافہ، بیروت، ۱۹۶۰ء، ص۲۴

۲۱۵۔ حطیئہ مخضرمی شاعر ہے، اس نے جاہلی اور اسلامی دونوں عہد کا مشاہدہ کیا، وہ نہایت تند ہجو گو شاعر تھا، کوئی بھی اس کی زبان س محفوظ نہ رہا۔ اس نے اپنے والدین اور خود اپنی بھی ہجو کہی اس کا دیوان طبع ہو چکا ہے (الاعلام، ۱۱۸/۲)

۲۱۶۔ شعر الحطیئۃ۔ (تحقیق وشرح: عیسی سابا)، مکتبہ صادر، بیروت، ۱۹۵۱ء، ص۱۰۳

۲۱۷۔ تفسیر سورہ الفیل، ص۳۵۔۳۶

۲۱۸۔ اصمعی عربی زبان وادب، شاعری کے بڑے علماء میں شامل ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے: الاعلام ۱۶۲/۴

۲۱۹۔ ابن منظور، لسان العرب، الدار المصریۃ، (بدون التاریخ)، ۳۱۰/۱

۲۲۰۔ ایضاً، ۳۱۰/۱

۲۲۱۔ عمر بن ربیعہ اپنے عہد کا رقیق القلب شاعر تھا اس کا شمار جریر اور فرزوق کی صف میں ہوتا ہے، اس کے بارے میں تفصیل کے لئے دیکھئے الاعلام، ۵۲/۵

۲۲۲۔ اس شعر کی ایک اور روایت بھی ہے۔

نظرت الیها بالمحصب من منی. ولی نظر لولا التحرج عازم

(دیوان عمرو بن ابی ربیعہ (بدون التاریخ) ص۳۷۰)

۲۲۳۔ لسان العرب، ۳۰۹/۱

۲۲۴ تفسیر سورہ الفیل، ص ۳۶

۲۲۵ نفیل بن حبیب خثعمی جاہلی شاعر ہے۔ ''ذوالیدین'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، ابرہہ کی فوج نے جس وقت مکہ پر چڑھائی کی تھی وہ اس وقت اس کا رہبر تھا۔ واقعہ فیل سے متعلق بہت سے اشعار کا انتساب اس کی جانب ملتا ہے۔ (الاعلام: ۴۵/۸)

۲۲۶ سیرۃ النبی لابن ہشام، ۵۴/۱

۲۲۷ تفسیر سورہ الفیل، ص ۳۶۔۳۷

۲۲۸ الامام الشافعی، کتاب الأم، ألطبعة الاولی، المطبعة الکبری الامیریة، بولاق، مصر المحمیة، ۱۳۲۴ھ، ۲۷۳/۶

۲۲۹ ''کتاب الأم'' میں ''تعدو'' کی جگہ ''تغدو'' ہے، دیکھئے ایضاً، ۲۷۳/۶

۲۳۰ تفسیر سورہ الفیل، ص ۳۸۔۳۹

۲۳۱ لسان العرب ۲۱۶/۵

۲۳۲ تفسیر نظام القرآن، ص ۴۱۴

۲۳۳ دیوان لبید العامری روایة الطوسی، الطبعة الاولی (أملاہ نظراً و انتخاباً عبداللہ بن ہشام) Wlin، ۱۸۸۰ء۔ ص ۷۸

۲۳۴ امیہ بن ابی عائذ ہذلی کو دور جاہلیت ضرور ملا لیکن اصلاً عہد اسلام میں پوری زندگی گزاری (الاعلام، ۲۲/۲)

۲۳۵ دیوان الھذلیین، ص ۱۸۱

۲۳۶ حسان بن نشبہ کے متعلق تفصیل نہیں ملتی،

۲۳۷ ابن منظور لسان العرب، الدار المصریة، (بدون التاریخ)، ۴۴۸/۶
نیز دیکھئے: شرح دیوان الحماسة للمرزوقی۔ ۳۳۸/۱

۲۳۸ تفسیر سورہ اللہب، ص ۱۔۲

۲۳۹ فند زمانی کا تعلق بنو بکر بن وائل سے ہے۔ یہ جاہلی شاعر ہے، اپنے

زمانہ میں وہ قبیلہ بکر کا سردار اور قائد تھا۔ (الاعلام، ۱۷۹/۳)

۲۴۰ کتاب شعراء النصرانیۃ، ص ۲۴۳

۲۴۱ تفسیر سورہ اللھب، ص ۴۔۵

۲۴۲ ہرم بن سنان کا تعلق قبیلۂ ذبیان سے ہے، دور جاہلیت میں وہ عرب کے سخی لوگوں میں شمار ہوتا تھا، سخاوت میں اس کی مثال دی جاتی، وہ زہیر بن ابی سلمیٰ کا ممدوح تھا۔ (الاعلام، ۸۳/۸)

۲۴۳ دیوان زہیر بن ابی سلمیٰ، ص ۱۳۴

۲۴۴ تفسیر سورہ اللھب، ص ۱۳۔۱۴

۲۴۵ سموئل جاہلی شاعر تھا اور اپنی حکیمانہ شاعری کے لئے مشہور ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے! الدکتور یاسین الایولی، معجم الشعراء فی لسان العرب الطبعة الثانية دار العلم للملايين ۔۱۹۸۲ء، ص ۲۱۵

۲۴۶ دیوان السموءل (حققہ الشیخ محمد حسن آل یاسین)، مطبعۃ المعارف، بغداد، ۱۹۶۶ء ص ۱۰

۲۴۷ اس شعر کی ایک روایت یہ بھی ہے:

نهين النفوس وهون النفوس. يوم الكريهة ابقٰى لها

(دیوان الخنساء۔ دار صادر۔ بیروت، ۱۹۶۳ء، ص ۱۲۱)

۲۴۸ تفسیر سورہ اللھب، ص ۱۶

۲۴۹ ایضاً ص ۱۶

۲۵۰ تفسیر سورہ اللھب، ص ۱۶

۲۵۱ دیوان النابغہ الذبیانی، ص ۹۵

۲۵۲ حارث بن عباد جاہلی دور کا ایک مدبر اور بہادر شاعر تھا، تفصیل کے لئے دیکھئے: الاعلام، ۱۰۶/۲

۲۵۳ شعراء النصرانیۃ، ص ۲۷۴

٢٥٤ قیس بن حطیم اوسی قبیلہ اوس کا ایک شاعر گزرا ہے، دور جاہلیت میں قبیلۂ اوس کے نامور سرداروں میں اس کا شمار تھا، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: الاعلام، ٢٠٥/٥

٢٥٥ جمہرۃ اشعار العرب، ص٢٣

٢٥٦ اخنس بن شہاب تغلبی جاہلی شاعر ہے۔ قبیلۂ تغلب کے شرفاء اور بہادروں میں اس کا شمار ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے! الاعلام، ٢٧٧/١

٢٥٧ المفضلیات، ص٩٥

٢٥٨ تفسیر سورہ اللہب، ص١٧

٢٥٩ صیفی بن عامر الاسلت بن جشم بن وائل اوسی انصاری ابوقیس ایک جاہلی شاعر ہے، وہ قبیلہ اوس کا نمائندہ تھا، اسی قبیلہ کے شاعر اور خطیب کی حیثیت سے مشہور تھا۔ الأعلام، ٢١١/٣ نیز دیکھئے: کتاب الحیوان، ٤٥/٣

٢٦٠ تفسیر سورہ اللہب، ص١٧

٢٦١ تفسیر سورہ اللہب، ص١٧

٢٦٢ بشامہ بن عمرو بن ہلال المری کا شمار شعراء مفضلیات میں سے ہے۔ المفضلیات، ص١٥

٢٦٣ المفضلیات، ص١٦

٢٦٤ خزرجی کے متعلق معلومات دستیاب نہیں، الاعلام، ٣/٥، ٧

٢٦٥ دیوان الحماسہ، ص٣٠٩

٢٦٦ ابن منظور، لسان العرب، المؤسسۃ المصریۃ العامۃ، (بدون التاریخ) ٣١٣/١

٢٦٧ تفسیر سورہ اللہب، ص١٩۔٢٠

٢٦٨ دیوان حاتم الطائی۔ ص٥٦۔٥٧

٢٦٩ نفس المصدر، ص١٧!

٢٧٠ تفسیر سورہ اللہب، ص٢١

٢٧١ دیوان الحماسہ، ص١١

۲۷۲ تفسیر سورہ اللہب، ص۲۳

۲۷۳ دیوان امرء القیس، ص۱۶

۲۷۴ نفس المصدر، ص۲۲

۲۷۵ ابو عبید القاسم بن سلام، فضائل القرآن، الطبعۃ الاولی دار ابن، دمشق، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء ص۳۴۳، بحوالہ دور الشعر العرب التفسیر اللغوی للقرآن (مخطوطہ) سعود احمد بن عزیز الرحمٰن ص۲۹۲

۲۷۶ الشعر والشعراء، ابن قتیبہ (تحقیق: احمد شاکر) الطبعۃ الثانیہ دار المعارف، القاہرہ ۱۹۸۲ء، ۵۹/۱

قرآنیات پر اردو مقالات کا اشاریہ

مرتبہ: ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی

ہندوپاک کے علمی مجلات میں قرآنیات پر شائع شدہ مقالات کا یہ موضوعاتی اشاریہ زیر طبع ہے اس اشاریہ میں آثار جدید، اسلام اور عصر جدید، الاصلاح، آیات، برہان البلاغ (کراچی)، البلاغ (بمبئی) بینات، تحقیقات اسلامی، تدبر، تذکرہ، ترجمان الاسلام، ترجمان القرآن، تہذیب الاخلاق، تعلیم القرآن، ثقافت، جامعہ، دار العلوم، الرشاد، زندگی، فاران، الفرقان، فکرونظر (علی گڑھ)، فکرونظر (اسلام آباد)، مجلہ علوم اسلامیہ، محدث (لاہور) محدث (بنارس) معارف، المعارف اور میثاق کے مقالات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

یہ اشاریہ ان موضوعات کے تحت مرتب کیا گیا: احکام القرآن، اعجاز القرآن تاریخ نزول وتدوین قرآن، تحقیقات قرآنی، تفسیر وتاویل، تراجم وتفاسیر، قرآنی افکار وتعلیمات، قرآن اور حدیث، قرآن اور سماجی علوم، قرآن کریم اور تاریخ عالم، قرآن کریم اور سائنس، قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتابیں قرآن کریم اور عربی ادبیات۔

دوسو پچاس صفحات پر مشتمل یہ اشاریہ انشاء اللہ قرآنیات کے طلبہ و محققین کے خاص دلچسپی وافادیت کا باعث ہوگا۔

ادارہ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر 99 سر سید نگر علی گڑھ 202002